انسانی اعمال کا فکری و عملی معیار قرآن وحدیث کی روشنی میں

ڈاکٹر عمر حیات عاصم☆

Abstract

Theoretical and practical standard of human activities is most important for the day of judgment in the light of Quraan and Hadith. The standard of human activities in shariah confirmed the by belief status of the person for the day of judgment. The reward and punishment are options for the person as a part of belief, man knows all about the sin and as act, the reward is the nature of the person, belief in Almighty Allah the creator of the universe authority for juctice. Shariah is practical plan of Quran and Sunnah for parctice. When a person denys the order of shariah, he is helpless from peace of mind. The order of Quran and Sunnahs are compulsory for muslims, a muslim is rewarded by his belief and practice of prayers. Abadah is the order for creation. That is the human dignity of success at the day of judgement.

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک ریسرچ سینٹر، کراچی یونیورسٹی۔

انسانی اعمال کا فکری و عملی معیار قرآن و حدیث کی روشنی میں

۱۔ عذابِ قبر قرآن و حدیث سے ثابت ہے:

عذابِ قبر کا معاملہ ایسا ہے جس کا اس دنیا میں ادراک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس پر ایمان لانا لازم ہے۔ عذاب قبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے اور یہ سب کچھ یقینی ہے جس کا ثبوت قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قبر سے مراد ظاہری طور پر محض زمین کا مختصر سا ٹکڑا ہے جو انسانی جسم کو اپنے اندر اللہ کے حکم کے مطابق محفوظ کر لیتا ہے قبر علم شریعت کی روشنی میں عالمِ برزخ ہے جو موت کے بعد دنیا و قیامِ آخرت کے درمیان کا عالم ہے اور یہ عالم ہر جگہ ہوتا ہے۔ انسانی اموات کی مختلف کیفیات اس کا دنیاوی ثبوت ہیں۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے ویسا ان کا انجام قیام پذیر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو ان پر عذاب مسلط کیا جاتا ہے اور اللہ کے نیک بندے اللہ کے حکم کے مطابق زمین میں دفن ہوتے ہیں مگر عذاب سے دور رہتے ہیں یہ درست نہیں ہے کہ عذاب صرف اُن پر ہوتا ہے جو زمین میں دفن ہوتے ہیں اور وہ عذاب سے بچ جاتے ہیں جو دوسرے طریقے اختیار کرتے ہیں۔ عذاب قبر کا یقین رکھنا ضروری ہے ایمان کی شرطِ اولین ہے قبر میں اللہ کے نیک بندوں پر بے شمار نعمتیں نازل ہوتی ہیں اور جو لوگ بدکار، گنہگار ہوتے ہیں انہیں شدید عذاب سے واسطہ پڑتا ہے۔ قرآن مجید میں عذابِ قبر اور عالم برزخ کی کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے:

> ''اور فرعون کے ساتھی خود بدترین عذاب کے پھیرے میں آگئے۔ دوزخ کی آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام وہ پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو حکم ہوگا کہ آل فرعون کو شدید تر عذاب میں داخل کرو''(۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف الفاظ میں عذاب کے دو مرحلوں کا ذکر فرمایا ہے، یہ آیت عذاب برزخ کا واضح ثبوت ہے جس کا ذکر کئی احادیث میں بھی آیا ہے بکثرت احادیثِ اسلام کے اس نظریہ جزاء و سزا کو بیان کرنے کا ذریعہ ہیں عذاب قبر کے عنوان سے جن احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے اُن میں یہ آیت بھی شامل ہے جس کا حضور ﷺ نے حوالہ دیا ہے۔ اس آیت میں ایک وہ عذاب ہے جو فرعون اور آلِ فرعون کو دیا جا رہا ہے اور عذاب کی کیفیت کیا ہے؟ کہ انہیں صبح و شام برزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور یہ وہ آگ ہے دوزخ کی جس میں انہیں جانا ہے یہ خوف کی کیفیت عذاب سے کم نہیں اس کے بعد قیامت کا جو وقت متعین ہے اُس وقت ان کے اعمال کی پاداشت میں انہیں سزا دی جائے گی جس دوزخ کا وہ نظارہ کر رہے تھے موت کے بعد اس میں انہیں ڈال دیا جائے گا۔ یہ معاملہ صرف فرعون کے ساتھ نہیں ہے تمام مجرمین کو اس انجام سے دوچار ہونا ہوگا ہر مجرم کو اُس کے جرم کی نوعیت کے مطابق دوزخ کا نظارہ کرایا جاتا رہے گا اور تمام لوگوں کو جنہوں نے ایمان کے ساتھ نیک اعمال کئے انہیں اس نیک انجام کی تصویر دکھائی جاتی رہے گی۔ دنیا کی زندگی میں انسانی سوچ کا مرکز اسباب دنیا ہیں ان اسباب کی سوچ اور کھوج میں وہ آخرت اور انجام

آخرت کی سوچ سے اپنے آپ کو دور کر کے اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آتا ہے گویا دنیا اور دین دونوں اللہ کے احکامات کے مطابق انسانی زندگی کی متاع ہیں۔ نقصان اُٹھانے والوں کا ذکر قرآن مجید میں بطور عبرت اور اصلاح اعمال کے نظریئے کے تحت کس قدر اہم ہے اس کے نتائج عمل کے حوالے سے ہم مادی زندگی میں بھی حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی نیک اعمال ہمارے لئے جنت کا اثاثہ ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

''کہہ دو کہ میں تو اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کر کے اُسی کی بندگی کروں گا۔ تم اُس کے سوا جس جس کی بندگی کرنا چاہو کرتے رہو۔ کہو، اصل نقصان اُٹھانے والے تو وہی ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈال دیا ہے۔ خوب سُن رکھو یہی وہ کھلا ہوا نقصان ہے۔ (۲)

نقصان عام زبان میں اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کاروبار میں لگایا ہوا سرمایہ وغیرہ ڈوب جائے اور سرمایہ کاری کرنے والے اُسے متبادل مطالبوں سے حاصل نہ کرسکیں۔ دنیا کی زندگی میں یہ سرمایہ نیک اعمال ہیں جس کی جواب دہی کے لئے حضور اکرم ﷺ نے تبلیغ دین کی ذمہ داریوں اور اعمالِ صالحہ کی ترویج کی ترغیب کے حوالے سے اپنے مناصب کو یہاں بیان فرمایا:

''میرا کام صرف دوسروں سے کہنا ہی نہیں ہے خود کر کے دکھانا بھی ہے۔ جس راہ پر لوگوں کو بلاتا ہوں اس پر سب سے پہلے خود چلتا ہوں'' (۳)

یہی الفاظ اس احساس ذمہ داری کا تقاضہ کرتے ہیں جو ہر مسلمان کے اعمالِ صالحہ کی ضمانت اور نبی ﷺ کی سنت کی تائید اور اطاعت میں اختیار کرنا لازم ہیں اور مشرکین کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اُن کی زندگی، عمر، عقل، جسم، قوتیں، اور ذرائع اور مواقع جتنی چیزیں دنیا میں حاصل ہیں ان سب کا مجموعہ وہ سرمایہ ہے جسے اعمال کا نام دیا جاتا ہے۔ جس طرح عام سرمایہ دنیاوی زندگی میں اہمیت رکھتا ہے اسی طرح اعمال آخرت کی زندگی کا سرمایہ ہیں۔ ہم دنیاوی خداؤں کو جو ہمارے خالق نہیں ہیں مالک نہیں ہیں اُن کی اطاعت کرتے ہیں لیکن رب العالمین کی عبادت واطاعت رسول سے کوتاہی کرتے ہیں جو نقصان ہی نقصان کا سودا ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے مالک ہے بادشاہ ہے بندے سے جواب طلب کرنا صرف اُس کا حق ہے ان تمام اختیارات کا تقاضہ یہ ہے کہ وہی ہے جو انسان کو اطمینان عطا کرسکتا ہے معاف کرسکتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

''اللہ سب کچھ جاننے والا ہے، گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحبِ فضل ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے''۔ (۴)

قرآن مجید پیغامِ ہدایت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس سے رہنمائی میں انسان کی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں سب پر غالب ہے۔ اس کا جو فیصلہ جس کے حق میں ہوگا وہ نافذ العمل ہو کر ہی رہے گا کوئی اس کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے احکامات کو نظرانداز کر کے کامیابی کی ضمانت ممکن نہیں۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے، وہ ہر چیز کا براہِ راست علم رکھتا ہے، اُس کی دی ہوئی معلومات ہی دُرست ہوسکتی ہیں، اُس کی ہر تعلیم حکمت اور علم صحیح پر مبنی ہے جس سے غلطی کا امکان نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہ کرنا اُس کے احکامات پر عمل نہ کرنا خود اپنی تباہی کے راستے کی طرف جاتا ہے۔ ہر انسان کی حرکات وسکنات میں سے

کوئی چیز اُس سے چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ وہ ان نیتوں، ارادوں کو بھی جانتا ہے جو انسان دل میں رکھتا ہے اس کے لئے انسان کسی بہانے سے سزا سے بچ نہیں سکتا۔ تیسری صفت وہ معاف کرنے والا ہے، وہ توبہ قبول کرتا ہے جو لوگ سرکشی کرتے ہیں اور پھر رجوع کرتے ہیں اللہ ان کی خطائیں معاف کردیتا ہے۔ ہاں اس کے باوجود اگر وہ اپنی روش گناہ سے باز نہ آئے تو اللہ کی بارگاہ میں رحمت کے حصول میں ناکام رہیں گے۔ نیکی اور بدی دو افعال ہیں جو انسان کے بس میں ہیں۔ توبہ استغفار کے باعث انسان کی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ توبہ کے بغیر خطاء کی معافی صرف ایمان کے ذریعے ہی ممکن ہے اور ساتھ ہی وہ سرکشی اور بغاوت کے ہر جذبے سے خالی ہوں اور جو اپنے گناہوں کو بشری خطائیں خیال کرنے کے ساتھ اپنے کئے پر نادم بھی ہوں۔ چوتھی صفت وہ سخت عذاب دینے والا ہے، اس صفت کا ذکر کر کے لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ بندگی کی راہ اختیار کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ جتنا رحیم ہے بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرنے والوں کے لئے اتنا ہی سخت ہے۔ جب کوئی شخص یا گروہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے گزر جاتا ہے جہاں تک وہ ان کی درگزر اور خطائیں معاف کرانے کا مستحق ہو تو پھر وہ اس کی سزا کا مستحق بنتا ہے اور اس کی سزا ایسی شدید اور ہولناک ہے کہ صرف احمق انسان ہی اس کو قابلِ برداشت سمجھ سکتا ہے۔ پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ صاحب فضل و کمال ہے یعنی کشادہ دستِ غنی اور فیاض ہے تمام مخلوقات پر اس کی نعمتوں عظمتوں کے احسانات ہیں انسانوں کو جو بھی مل رہا ہے وہ اسی کے فضل و کرم سے ہے۔ پانچ صفات معبود فی الحقیقت کی ہیں دوسرا کوئی ان صفات کا حامل نہیں جزا و سزا کا فیصلہ اسی کا ہے اگر کوئی دوسروں کو معبود بنائے گا تو اس کا خمیازہ خود بھگتے گا۔

شریعت اسلامیہ نے بن دیکھے اللہ پر ایمان لانے، عبادت کرنے اعمال کی جزا و سزا کا نظریہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بہترین ثبوت ہے اور تخلیق کائنات کی ہر شے سے دلیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ جان لینا چاہئے کہ کسی چیز کو دیکھ لینا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہوتا اس لئے یہ نظریہ اختیار کر لینا کہ جو چیزیں مشاہدہ میں نہیں آتیں تو ان کا اعتبار کیسے کیا جائے؟ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ عالم بالا کی چیزوں کا مشاہدہ کرنا، عالم ملکوت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا ان ظاہری آنکھوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے چشم حقیقت کی ضرورت ہے۔ البتہ یہ بات ناممکن نہیں ہے اگر اللہ چاہے تو ان دونوں ظاہری آنکھوں سے بھی عالم ملکوت کو دیکھا جاسکتا ہے لیکن دنیا میں بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کو ہم بظاہر نہیں دیکھ پاتے مگر وہ حقیقت ہیں مثلاً خواب کی حالت میں انسان دنیا بھر کی چیزیں دیکھ لیتا ہے اور سن لیتا ہے۔ کوئی شخص غم، مصیبت اور آرام کی لذتیں حاصل کرتا ہے لیکن دوسرا اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ زمانہ نبوت میں حضور ﷺ کے پاس وحی آتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو صحابہ کرامؓ نہیں دیکھ پاتے تھے اور نہ ہی ان کی ظاہری آنکھیں مشاہدہ کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود صحابہ کرامؓ فرشتوں پر ایمان رکھتے تھے بالکل اسی طرح عذاب قبر کا معاملہ ہے وہاں جو کچھ بندے کے ساتھ ہوتا ہے اس دنیا میں انسان اس کا ادراک نہیں کرسکتا اور نہ ان آنکھوں سے اسے دیکھا جاسکتا ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو کچھ احادیث نبویہ میں بتایا گیا ہے وہ سب حقیقت پر مبنی ہے۔ جو لوگ ایمان و ایقان کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور کر لیتے ہیں اور جن کے دل میں ایمان اور اسلام کی حقانیت راسخ ہوجاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں اور آخرت میں رحمت کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے قبر کو جائے عبرت قرار دیا آپ ﷺ فرماتے ہیں:

''حضرت عبد بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو قبر کے اندر صبح و شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے لایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ دوزخی ہوتا ہے تو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ اس کا انتظار کرو یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اٹھا کر وہاں بھیجے۔'' (۵)

۲۔ جزا اور سزا انسانی اعمال کا بدلہ ہے:

کافروں اور منافقین کا انجام عذابِ قبر ہے اور یہی ذکر مومنین کی نجات کے بارے میں کیا جاتا ہے نجات کا تعلق مومنین و صالحین سے ہے۔ فاسق اور گنہگار مومنین کے بارے میں فیصلہ اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور توبہ سے ہوتا ہے۔ علمائے کرام کے نزدیک فاسق جواب میں تو مومن صالحین کا شریک ہے لیکن نعمتوں کی بشارت، جنت کے دروازے کھلنے وغیرہ میں شریک نہیں ہے چونکہ فاسق کا معاملہ ایمان کے باوجود ارکان اسلام کی ادائیگی میں غیر سنجیدہ ہوتا ہے اس لئے ان کا معاملہ صالح مومنین کے برابر نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ مسلمانوں کو دفنانے کے بعد اس کے حق میں دعا فرماتے تھے۔

''حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں سے فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اُس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو یعنی اللہ تعالیٰ اس کو ثابت قدم رکھے اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔'' (۶)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زندوں کی طرف سے مردوں کے لئے بخشش کی دعا کرنا اُن کے لئے معاون ہے چنانچہ اہل سنت والجماعت کا یہی مسلک ہے۔ مردہ کی بخشش کے لئے دعا کرنا سنت رسول ﷺ ہے۔ دعا مانگتے وقت عاجزی و انکساری ضروری ہے۔

''ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم میت کی ماں کا نام نہ جانتے ہوں تو کیا کہیں اور اس کی نسبت کس طرف کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا حوا کی طرف نسبت کروں اس لئے کہ وہ سب کی ماں ہیں۔''

مردے کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنا سب سے افضل ہے اور یہ فضیلت ہے پڑھنے والے کے لئے اور جس کے لئے پڑھی جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے مردے کے لئے تسبیح تلاوت وظائف پڑھنے کا معمول اختیار کرنے کا حکم دیا۔

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات کے بعد ہم حضور ﷺ کے ہمراہ تھے ہم ان کے جنازے پر گئے جب آنحضرت ﷺ جنازہ کی نماز پڑھا چکے اور حضرت سعدؓ کو قبر میں اُتار کر قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو سرکار دو عالم ﷺ تسبیح

سبحان اللہ پڑھتے رہے پھر آپ نے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی پھر آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح کیوں پڑھی اور پھر تکبیر کیوں کہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس بندۂ صالح پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی اور خداتعالیٰ نے ہماری تسبیح وتکبیر کی وجہ سے اُسے کشادہ کر دیا''۔(۷)

حضورا کرم ﷺ کی اس سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ تسبیح اور تکبیر دیگر قرآنی وظائف سے اللہ کا غضب رحمت میں بدل جاتا ہے اور غصہ شفقت میں بدل جاتا ہے اور مقدس کلمات کی بدولت رحمت ونعمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔مرنے والے کے جوحقوق دنیا والوں پر ہیں اُن میں اُس کی بخشش کی دعا کرنا۔اللہ تعالیٰ سے مرحوم کیلئے اور اپنے لئے مغفرت طلب کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔علمائے اُمت کا معمول اور مرنے والے کی بخشش کا ذریعہ ہے۔

قبر کی کیفیت اور جواب طلبی کا تصور ہر انسان کے لئے خوفناک ہوتا ہے، جدائی اور قبر میں اکیلا ہونا اُس کی زندگی کے تجربات میں سے ہے لیکن کیفیت کے اعتبار سے قبر کا تصور قرآن وحدیث کی روشنی میں تعمیرِ سیرت کا ذریعہ ہے۔صحابہ کرامؓ کا دورِ تربیت اور ماحول کے اعتبار سے کس قدر مثالی تھا اس دور میں صحابہ کرامؓ قبر کے تصور کو حقیقت تصور کرتے ہوئے کانپ جاتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو خوفِ خدا سے اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوجاتی اور ان سے کہا گیا کہ آپ جب جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور اس جگہ کھڑے ہوکر روتے ہیں اس کے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے:۔

''آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے لہٰذا جس نے اس منزل سے نجات پائی اس کو اس کے بعد آسانی ہے اور جس نے اس منزل سے نجات نہیں پائی اس کو اس کے بعد سخت دشواری ہے''۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے کبھی کوئی منظر قبر سے زیادہ سخت نہیں دیکھا۔(۸)

اس حدیث میں حضرت عثمانؓ کی کیفیت، خوف قبر تا قیامِ قیامت مسلمانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہے قبر کو اصلاح نفس کے اعتبار سے بہترین ذریعہ قرار دیا گیا ہے قبر کو دیکھ کر انسان دنیا کی بے ثباتی پر ایمان مضبوط کر لیتا ہے جس کا نتیجہ خوف خدا سے اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کرتا ہے جو اُس کا انجام زندگی ہے۔انسان عیش وعشرت کو بھول کر آخرت سے لگاؤ محسوس کرتا ہے۔قبر انسان کو عیش وعشرت سے متنفر کرتی ہے جس سے زندگی میں اعتدال اور عمل میں اخلاص نیت آتا ہے اور انسان محنت ومشقت اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوجاتا ہے۔گویا انسان کا دل پتھر سے زیادہ سخت کیوں نہ ہو قبر کو دیکھ کر پگھل جاتا ہے جو اس کی دنیا سنوارنے کا سبب اور مستحق جنت ونعمت بنا دیتا ہے۔

''حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جب مردہ مومن کو قبر کے اندر دفن کردیا جاتا ہے تو اس کے سامنے غروبِ آفتاب کا وقت پیش کیا جاتا ہے چنانچہ وہ مردہ ہاتھوں سے آنکھوں کو مَلتا ہے اور اُٹھ بیٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔(۹)

اس حدیثِ نبوی میں ایمان کی علامت اور عمل کا ایمان سے تعلق بیان کیا گیا ہے اور یہ سبق دیا گیا ہے کہ جس طرح دنیا کی زندگی میں باعمل ایمان والا اپنے معمولاتِ زندگی میں فرائض کی ادائیگی سے آگاہ ہوتا ہے اور ہر لحہ عمل کو اہمیت دیتا ہے یہی معمول قبر کے اندر اس کے لئے کامیابی کی ضمانت فراہم کرتا ہے جب منکر ونکیر فرشتے جواب طلب کرتے ہیں تو وہ سوال و جواب سے قبل نماز ادا کرنے کی استدعا کرتا ہے۔ اس کا شعور واحساس اسے خالقِ حقیقی کی طرف سے زندگی کی نعمتوں اور شفقتوں کا احساس کامل حاصل ہوتا ہے جو دنیا میں بھی روحانی سکون کا باعث تھا اور قبر میں بھی نجات وراحت کا سامان مہیا کرتا ہے۔ فرشتوں کو اُس کا یہ حُسنِ عمل اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق نظر آتا ہے اور اُس کے سوال و جواب کا مشکل ترین مرحلہ آسان ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا جو مومن مسلمان اپنے ایمان کی کامل کیفیت کے ساتھ دنیا میں پکا نمازی ہوگا اور جس کی نماز کبھی قضاء نہیں ہوئی ہوگی قبر میں بھی حسبِ عادت اسے پہلے نماز کی ادائیگی کا احساس ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے شایانِ شان عمل ہے دفن کے وقت مردے کے سامنے سورج کے غروب کا منظر اس کی حالت ساخت و آزمائش اور انجامِ کائنات کا مشاہدہ ہے جس طرح وہ شام کے وقت شہر کا نظارہ کرتے ہوئے خاموشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا خیال دل میں لا کر رہنمائی طلب کرتا ہے۔ یہ کیفیت وہی ہے مگر مقام اور حالات بدل چکے ہیں زندگی کا مصرف دنیا میں اطمینانِ قلب بذریعہ عبادت جاری رہے تو قبر کے اندھیروں کی تنہائی اور پریشانی سے انسان کا حوصلہ پست نہیں ہوتا یہی ایمان واعمال کا صلہ ہے اور تا قیامت امن وسکون کی ضمانت بھی۔

۳۔ قرآن وسنت پر یقین کے ساتھ چلنا شریعت ہے:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے قیامت تک انسان بحیثیت مخلوق اس سے استفادہ کرتے رہیں گے لفظی معنی کے اعتبار سے اس کے معنی ہیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ اس کتاب کا نزول تدریجاً ہوا ہے نیز قرآن کے معنی جمع کرنا اور چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا بھی ہے یہی وجہ ہے اس کتاب مقدس میں تمام ضروری علوم جمع ہیں نیز تمام الہامی کتابوں کے اصول ثابتہ اس کتاب میں محفوظ ہیں اس لئے اس کتاب کا نام قرآن ہے بعض لوگوں نے اس کا مادہ ''قرن'' سے ماخوذ بیان کیا ہے جس کے معنی وقت لئے جاتے ہیں گویا اس کتاب کا اعجاز یہ بھی ہے کہ تمام انسانوں کو قیامت تک ایک اُمت میں جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ قرآنی تعلیمات کا طریقہ سنت نبوی ﷺ ہے۔ سنت کے لفظی معنی طریقہ، رسم، چلن، عادت ہے جس کے اصطلاحی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا دستور اور کلمات یہ قانونِ قدرت ہے سنت نبوی سے مراد وہ طریقہ ہے جس پر حضور ﷺ نے عمل کیا اور انسانوں کے لئے کامیابی کا راستہ قرار دیا۔ شریعت کا عملی پہلو سنت نبوی پر عمل کرنے سے تکمیل پاتا ہے اس کے بغیر کوئی عمل اپنے معیار عبادت کے اعتبار سے قابل قبول نہیں ہے جب تک وہ سنت نبوی کے عین مطابق نہ ہو لہٰذا قرآن و سنت شریعت اسلامیہ کا فکری و عملی نصاب ہیں جس پر عمل کر کے انسان مومن مسلمان اور فلاح پانے والا شمار کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ خالق ہے، مالک ہے، بادشاہ ہے، جواب طلب کرنا صرف اسی کو سزاوار ہے جواب دینا ہر انسان پر فرض ہے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنا نتائج کا ذمہ دار انسان ہے۔ نبی کی شان نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو اس کے شایانِ شان انسانی

رہنمائی کے لئے فراہم کرنا یہ منصب نبوت کا تقاضہ ہے تا کہ انسان نبی کی اطاعت کر کے کامیابی حاصل کرے۔ارشاد ربانی ہے:۔

''اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دو اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اُس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے''۔(۱۰)

انسان کی کامیابی وفلاح کا دارومدار اخلاص عمل اور نیت خالص پر ہے اس اخلاص کا حصول اللہ تعالیٰ کے پیغام اور سنت نبوی ﷺ کی اتباع سے ہوتا ہے قرآن کو سمجھنا سنت نبوی کے بغیر ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن مجید کی تفہیم وتشریح وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشا ہے۔الفاظ قرآن جو ہمیں وحی سے ملتے ہیں گویا یہ وہ سنت ہے جو فکری ہے اور سنت نبوی عملی ہے اب اُس قرآن مجید کے مفہوم اور احکام شریعت کی تشریح اپنے قول وعمل سے کرنا قرآن مجید کے الفاظ کی جو تشریح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول اللہ ﷺ کو بتائی اور رسولؐ نے اپنے قول وعمل سے اس کی جو تعلیم مسلم اُمت کو دی اس کو جاننے اور عمل کرنے کا کامل ذریعہ ہمارے پاس حدیث و سنت ہے اس کے علاوہ کوئی ذریعہ معلومات موجود نہیں جو انسانی فطرت کی عکاسی کرتا ہو۔حدیث سے مراد وہ روایات ہیں جو حضور ﷺ نے اپنے اقوال وافعال کی سند کے طور پر ہمیں عطا کیں اور جو ہم آنے والوں کو منتقل کرتے ہیں۔سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو حضور ﷺ نے مسلم معاشرے کی انفرادی واجتماعی زندگی میں رائج کرنے کا حکم دیا ہے اور جس کی تفصیلات معتبر روایات کے ذریعے آنے والی نسلوں کو منتقل ہوتی ہیں اور تا قیامِ قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔اس ذریعہ علم کو قبول کرنے سے جو شخص انکار کرتا ہے اپنے لئے ناکامی کا راستہ اختیار کر لیتا ہے انسان کی تخلیق سے لے کر عمل کی توفیق تک سب رحمٰن کی عطا کردہ نعمت ہے۔ارشادِ ربانی ہے:۔

''رحمٰن نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے اُسی نے انسان کو پیدا کیا اور اُسے بولنا سکھایا''۔(۱۱)

قرآن مجید کی تعلیم اللہ کی نعمتِ عظمیٰ ہے کسی انسان کی اپنی کوشش نہیں اس کی تعلیم خود خالق کائنات کی طے کردہ اور عطا کردہ ہے بندوں کے لئے قرآن مجید نازل ہونا سراسر اللہ کی رحمت ہے اللہ سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں انسان اور مخلوقات عالم تاریکی میں بھٹکتے پھریں قرآن ہی وہ علم اعلیٰ ہے جو انسان کی عدم وجودیت سے وجودیت اور انجام وجودیت تک انسان کی رہنمائی کرتا ہے جس کی بنیاد پر انسان کی قیامِ قیامت میں فلاح وکامیابی کا انحصار ہے۔اللہ تعالیٰ انسان کا خالق اور مالک ہے خالق کو سزاوار ہے کہ اپنی مخلوق کی رہنمائی فرمائے اُسے راستہ دکھائے تا کہ وہ انجام زندگی میں کامیاب وکامران ٹھہرے اس لئے قرآن مجید کا نزول صرف اُس کی رحمانیت کا تقاضہ نہیں ہے بلکہ اُس کے خالق ہونے کا حتمی ثبوت بھی ہے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی تعلیم کا نصاب اور انتظام ہونا اُس کی رحمانیت کا تقاضہ ہے۔انسان کو خیر وشر کا امتیاز اور اُس کے انجام سے آگہی اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے۔انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا شاہکار ہے سماعت وبصارت اور اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہے اللہ کی طرف سے نیکی کے انعام کا حقدار ہے شرط یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرے۔

''نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔پھر اے جن وانس اپنے رب کی کن کن اوصاف حمیدہ کا تم انکار کرو گے''۔(۱۲)

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر عمل کی جزا ہے اور یہ جزا انسان کے عمل کا صلہ ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وجودی زندگی میں انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں دنیا میں عمر بھر اپنے نفس پر پابندیاں لگائے رکھے حرام سے بچنے اور حلال کو اختیار کرنے میں زندگی کا ہر لمحہ آزمائش میں گزرے، فرض کو فرض سمجھ کر اپنے فرائض بجالاتا رہے۔ حق کو حق مان کر حقداروں کے حقوق پورا کرتا رہے اور شر کے مقابلے میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کرتا رہے اور اللہ اس کی ساری قربانیوں کو رائیگاں جانے دے؟ ایسا نہیں ہے اللہ کے ہاں نظامِ عدل ہے عدل کا تقاضا ہے کہ انسان کو نوازا جائے اور یہ نوازش خالق کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ اُسی کو سزاوار ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ بحیثیت انسان کے جنت اور دوزخ کے وجود کا منکر نہ ہو اور اپنی خودسری میں اللہ کی بہت سی نعمتوں اور عظمتوں کے انکار کا مرتکب نہ ہو۔ خدا کو خالق مانتا بھی ہے تو مناسب رائے نہیں رکھتا زبان سے اظہار نہیں کرتا، انسان اللہ کی رضا کی خاطر جب سب کچھ قربان کردینے کے لئے تیار ہوتا ہے تو اُس کا صلہ جنت میں نعمتوں کی صورت میں وہ حاصل کرتا ہے گویا نیکی کا صلہ ہے اس سے انکار شریعت اسلامیہ کا انکار ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:-

''اللہ کی تسبیح کرتی ہے ہر چیز جو زمین اور آسمانوں میں ہے اور وہی زبردست و دانا ہے۔ زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک وہی ہے۔ زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے''۔ (۱۳)

کائنات کی ہر چیز اپنے خالق کی حقیقت کا اعتراف و اظہار کررہی ہے۔ اُس کے احکام تکوینی ہوں یا شرعی پاک و افضل ہیں وہ ایسا طاقتور ہے کہ اُس کے فیصلے کو کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ اس کی اطاعت ہر ایک کے لئے لازم ہے جو نافرمانی کرے اُسے بھی دیتا ہے اُس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ وہ حکیم، علیم، رحیم، غفور، وہاب اور حمید ہے اس کا ہر فیصلہ حکمت و دانائی کا اعلیٰ ترین معیار رکھتا ہے۔ جو فیصلہ کرتا ہے ٹھیک علم کے مطابق کرتا ہے وہ عادل ہے جس کے ہاتھ میں موت و زیست ہے وہی عدم سے وجود میں لاتا ہے وہی زندگی بخشتا ہے وہی موت دیتا ہے گویا تمام صفات باری تعالیٰ کے تحت انسان رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے باعث شریعت اسلامیہ کے مزاج و منصب سے قطع نظر اپنی رائے کو اختیار کرنے کی جب کوشش کرتا ہے اپنے لئے مشکلات پیدا کرتا ہے ایمان و اعتقاد کی پختگی ہی اُس کے لئے راستے کا ذریعہ ہے قرآن و سنت سے فائدہ اُٹھانا اور فلاح و بہبود کے لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت و دانائی کے مطابق بخشش طلب کرنا اور کتاب و سنت کو اللہ کی سنت قرار دینا کامیابی کی ضمانت اور دلیل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

''حضرت جابرؓ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے سب سے بہترین راستہ حضرت محمد ﷺ کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو دین میں نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت اپنی طرف سے دین میں پیدا کی ہوئی نئی بات گمراہی ہے''۔ (۱۴)

دینِ اسلام میں عقائد، عبادات، معاملات زندگی کے ہر پہلو کیلئے واضح ہدایات موجود ہیں انہیں اختیار نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے احکام کی بے ادبی ہے اور گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنت رسول کے مطابق ادا کرنا لازم ہے ان میں اضافہ یا کمی ہرگز درست نہیں

گویا سنت نبوی کے ثبوت کے بغیر عبادات میں کمی بیشی انسان کے مزاج کیلئے سہولت تو ہے لیکن شریعت کی روح میں یہ بدعت ہے۔

علمائے کرام کے نزدیک بدعت کی دو قسمیں ہیں ''بدعت حسنہ'' اور بدعت سیۂ'' یعنی اگر ایسی چیزیں نکالی گئی ہیں جو اسلامی اُصول وقواعد کے مطابق ہوں اور قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہوں تو ان کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو چیزیں منشاء شریعت کے برعکس اور قرآن وحدیث کے خلاف ہوں ان کو بدعت سیۂ کہتے ہیں اور یہی بدعت گمراہی وذلالت اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی ناراضگی کا باعث ہوتی ہیں ایسی بدعت سے اجتناب ضروری ہے۔ مستحب بدعات میں لوگوں کی رہنمائی کے لئے اُن کے دلوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے دینی مدارس قائم کرنا جہاں مسلمانوں کو دینی تعلیم دی جائے ایسے تمام کارِ خیر جن کی فی الوقت ضرورت مسلم ہو اور حضور ﷺ کے زمانے میں موجود نہ ہوں ائمہ کرام کی نظر میں وہ نئی بات جو کتاب اللہ کے احکامات، سنت رسول ﷺ اقوال صحابہ کرام، اجماع اُمت کے برعکس ہوں وہ ضلالت وگمراہی کا سبب ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: میری تمام اُمت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ شخص جس نے انکار کیا اور سرکشی کی جنت میں داخل نہ ہوگا پوچھا گیا وہ کون شخص ہے؟ جس نے انکار کیا اور سرکشی کی آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا اور سرکشی کی''۔ (۱۵)

۴۔ احکام شریعہ میں ایمان وعمل لازم ہیں:

شریعت کے احکام اللہ کی طرف سے عطا کئے جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ادا کئے جاتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی اور انداز زندگی کے مطابق ہر عمل مستحسن ہوگا ورنہ ہر عمل اللہ تعالیٰ کا حکم ہونے کے باوجود مناسب نہ ہوگا کیونکہ اس کی ادائیگی کا معیار صرف سیرت رسول ﷺ کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ سیرت رسول ﷺ عملی زندگی کا کامل نمونہ ہمارے پاس موجود ہے جس کی روشنی میں کمال انسانیت یہ ہے کہ بندہ دنیا کی نعمتوں سے دور نہ رہے لیکن اس شان کے ساتھ کہ شریعت اسلامیہ کے مطابق اہل وعیال کے حقوق ادا کرے اور حقوق اللہ میں کوتاہی نہ کرے توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے جس چیز کو رسول اللہ نے کمال کے ساتھ عملی حیثیت میں پیش کیا ہے اُس پر انسانی زندگی کی کامیابی کا دارومدار ہے۔ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا کہ یہ میرا طریقہ ہے اور یہی میری سنت ہے اب جو شخص میری سنت سے انحراف کرے گا میری بتائی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا میری سنت سے بے رغبت ہوگا اور بے زاری کا مرتکب ہوگا وہ میری جماعت یعنی اُمت اسلامیہ سے خارج ہوگا۔

حضور ﷺ نے متعلقات دنیا سے بالکل منہ موڑنے کو منع فرمایا ہے اسے ترکِ دنیا رہبانیت کا طریقہ قرار دیا جو شریعت اسلامیہ کا مزاج ہرگز نہیں ہے اس لئے کہ اس سے انسانی زندگی کا شیرازہ بکھر جاتا ہے حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے، عبادت الٰہی کا حق ادا نہیں ہوتا، اگر کلام اللہ، سُنت رسول ﷺ اور اقوال صحابہؓ وتابعین اور اجماع علمائے کرام کے مطابق نہ ہو۔ ترکِ دنیا کا

فعل سنت کے خلاف ہے جو شخص ترکِ دنیا کرے گا عائلی زندگی سے دور رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو اہمیت نہیں دے گا، اس کے سجدے بھی قابل قبول نہیں جس نے حقوق العباد سے سرف نظر کیا سنت رسول اور سیرت طیبہ کا ہر لمحہ قابل رہنمائی اور تکمیلِ ایمان کا بہترین نمونہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:-

''حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ایک کام کیا اور اس کی اجازت دے دی لیکن کچھ لوگوں نے اس سے پرہیز کیا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ نے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف کے بعد فرمایا: لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں خدا کی قسم میں اللہ تعالیٰ کی مرضی و نامرضی کو ان سے زیادہ جانتا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں''۔ (۱۶)

شریعت اسلامیہ نے انسانی مزاج و نفسیات کے تقاضوں کو فطرت انسانی کا حصہ قرار دیا ہے اور ان جذبوں کی تکمیل میں حسنِ انسانیت اور مزاجِ شریعت کو ہر لمحہ سامنے رکھنے کا حکم دیا ہے مثلاً روزہ کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا سفر میں روزہ نہ رکھنا اس کی اجازت ہے جس کی تفصیلات فقہائے کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ ایسے افعال پر جس میں شریعت نے رعایت دی ہے اپنے اوپر حرام کر لینا سنت نبوی کے شایانِ شان نہیں ہے حضور اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے لہٰذا بہترین یہی ہے کہ جو عبادت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہو اور جس طرح ثابت ہو اسی طرح ادا کرے اس میں اپنی طرف سے کوئی کمی زیادتی نہ کرے معنوی اعتبار ان آسانیوں اور رخصت کی حقیقت پر غور کیا جائے تو شریعت نے ایسے مواقع دے رکھے ہیں جس میں بڑی حکمت والی باتیں ہیں مثال کے طور پر ایسے افعال کے موقع پر دراصل بندہ اپنی بندگی کے ذریعے عجز اور ضعف بشریت اور رفاہیت نفس کا اظہار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب چیز ہے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ اسے پسند کرتا ہے کہ رخصتوں یعنی آسانیوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ عظمت والی کوششوں میں بہترین عمل کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔''

اختلافِ رائے کا ہونا شریعت میں جائز ہے حضور ﷺ نے رائے دینے اور سوال پوچھنے کو پسند فرمایا ہے کیونکہ اختلافِ رائے اجتہاد کی علامت ہے اور اجتہاد دینِ اسلام کا اصول ہے قرآن مجید میں دو طرح کی آیات ہیں آیاتِ محکمات ہیں جن کا ابہام نہیں ہوتا دوسری آیات متشابہات ہیں جن پر پورے رسوخ و ایمان کے ساتھ ایمان لا کر ان کے معنی و مطالب اور حقیقی مراد کا علم اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہی بہتر جاننے والا ہے۔ آیات کی نوعیت کے اعتبار سے حکم کی تکمیل لازم ہے لیکن ذہنی اعتبار سے تحقیق و جستجو کے نام پر گمراہ ہونے والے اذہان ان آیات متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے بحث برائے بحث غلط تاویلیں کرنے لگتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اسلام ایسی سوچ کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا جس میں معنی کا اخذ کرنا اللہ کے حکم اور سنت رسول کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت جو کہ انسانوں کے لئے نعمت ہے اس دلیل برائے دلیل اور ضد اور انا کے تصور کے باعث وہ رائے دیتے ہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو بالکل بنی اسرائیل کی طرح جس میں انہیں گائے ذبح کرنے کو کہا گیا مگر انہوں نے حکم

ماننے کی بجائے دلائل دینا شروع کر دیئے جس بات کا وہ ہرگز استحقاق نہ رکھتے تھے آج کے دور میں علم دین میں کاملیت کے بغیر ہر شخص فقہ کا ماہر بن جاتا ہے جو سراسر دین و شریعت اور سنت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ ارشاد رسول ﷺ ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوا اسی دوران حضور نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک متشابہ آیت میں اختلاف کر رہے تھے اس کے معنی پر جھگڑ رہے تھے حضور ﷺ کے ان کے درمیان آنے سے چہرے مبارک پر غصے کے آثار نمودار ہوئے آپ نے فرمایا: ''تم سے پہلے کے لوگ کتاب الٰہی میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے''۔ (۱۷)

ایسی رائے جس کے باعث دلوں میں شک و شبہہ پیدا ہو ایمان میں کمزوری پیدا ہو آپس میں فتنہ وفساد کا باعث بنے اور دشمنی اور اس کے بعد کفر و بدعت جیسے افعال کا موجب ہو شریعت اسلامیہ کی خدمت نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت کو نظر انداز کر کے گنہگار ہونے والی ہے۔ قرآنی آیت کے معنی و مفہوم میں اجتہاد کے نام پر اختلافی معنی پر بحث کرنا مومن کا مزاج نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے سنت کی اہمیت وفضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو پھر فرمایا: اے میرے بیٹے یہی میری سنت ہے لہٰذا جس شخص نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''۔ (۱۸)

حدیث مبارک میں سنت نبوی ﷺ کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے اور آپ کی رفاقت سے بڑھ کر دین و دنیا میں اور کچھ نہیں حضور ﷺ نے ایسے مومنین کو خوش خبری دی جو سنت پر عمل کرنا باعثِ سعادت وخوشی سمجھتے ہیں تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ ﷺ کی مقدس سنت کو محبوب رکھنے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم سب اس نعمت سے بہرہ مند ہو سکیں جو ہماری زندگی کا نصب العین بھی ہے اور شانِ رسالت ﷺ بھی۔

۵۔ عمل کا ثمرہ نیت پر ہوتا ہے:

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

''تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے جس شخص نے اللہ اور اُس کے رسول کے لئے ہجرت کی تو اُس کی ہجرت اللہ اور رسول کے لئے ہی ہوگی اور جس شخص نے دنیا حاصل کرنے کے لئے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اُسی چیز کے لئے ہوگی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے''۔ (۱۹)

اس حدیث کی فضیلت واہمیت پر محدثین کی رائے ایک ہے بعض محدثین اور علمائے کرام نے اس حدیث کو نصف علم کا درجہ

دیا ہے۔ مطالب حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ جو شخص جیسی نیت کرے گا ویسا ہی اس کا اجر پائے گا چنانچہ ایک عمل میں جتنی نیت کرے گا اتنے ہی ثواب اسے حاصل ہوں گے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے عزیز کی مدد اس نیت سے کرتا ہے کہ غریب کی مدد کرنا کارِثواب ہے تو اس کو اُسی کا ثواب ملے گا لیکن اس کے ساتھ ہی صلہ رحمی کی بھی نیت کرتا ہے کہ غریب کی مدد کرنا کارِثواب ہے ہی مگر اس سے میرے رشتے دار کی پریشانی دور ہو جائے گی تو اب محض یہ نیت کر لینے سے اس کو دو ثواب ملیں گے۔

مسجد میں جانے کی کئی نیتیں ہو سکتی ہیں اور ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ثواب ملتا ہے مثلاً ایک شخص مسجد میں جاتے وقت یہ نیت کرلے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے جہاں آنے والا گویا اللہ کی زیارت کو آتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم کے لئے مہمان کی خوشی ضروری ہوتی ہے لہٰذا میں بھی یہ خواہش رکھتا ہوں تو اس کو یہ ثواب حاصل ہو جائے گا اور اگر نیت کرے جماعت کے انتظار کا چونکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص جماعت کا انتظار کر رہا ہے وہ گویا حالت نماز میں ہے پس اس نیت سے اس کا ثواب بھی مل جائے گا۔

مسجد میں آتے ہی اعتکاف کی نیت کرلے اعتکاف کی مدت کم از کم ایک ساعت ہے مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلے اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ایک نعمت ہے جو بغیر محنت کے حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح مسجد میں آتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت مسنونہ دعائیں پڑھنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا سعادت کا باعث ہے اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت اس کی نیت کرلے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت اللہ کا ذکر، تلاوت قرآن مجید اور وعظ ونصیحت کی نیت کرلے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں آیا ہے جو شخص صبح مسجد میں ذکر ونصیحت کے لئے جاتا ہے گویا وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے تلاوت قرآن مجید اور وعظ ونصیحت کرنے والوں پر رحمتِ خداوندی کا سایہ ہوتا ہے۔ اسی طرح نیت کرے وضو کرے مسجد میں جانے سے حج اور عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ نیت کرے مسجد میں مسلمان بھائیوں سے ملاقات کی اور ان پر سلام ورحمت کی۔ نیت کرے محاسبہ نفس کی، فکر آخرت اور گناہوں سے استغفار کی ہر حال میں مسجد میں آنے کا عمل ادائیگی نماز ہے لیکن چونکہ نیتیں الگ الگ ہیں اور بہت زیادہ ہیں اس لئے ثواب ان سب کا حاصل ہوگا گویا عمل ایک اور نیت کے سبب سے ثواب زیادہ ہونے۔

جمعہ کو عام طور پر خوشبو لگانا غسل کرنا سنت ہے اس کے ساتھ یہ نیت کرلے کہ چونکہ حضور ﷺ خوشبو کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے اس لئے میں بھی خوشبو لگاتا ہوں اور یہ نیت کرے کہ خوشبو لگانے سے مسجد کی تعظیم بھی ہوگی اور نیت کرے کہ جو شخص میرے قریب بیٹھے گا خوشبو محسوس کر کے خوش ہوگا اور نیت کرے کہ کوئی شخص میرے خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بدبو کے باعث میری غیبت کرے گا اور میں خوشبو لگا کر اُسے گناہ سے باز رکھتا ہوں۔ اور نیت کرے کہ تازہ خوشبو سے میرا دماغ تازہ ہوگا اور میں جس علمی محفل میں بیٹھوں گا بہتر ماحول اور خوشبو کی وجہ سے کام کی باتیں اچھی طرح ذہن نشین ہوں گی۔ یہاں خوشبو لگانے کا عمل ایک ہی ہے اور جس کا تعلق محض انسانی جذبہ اور خواہش سے ہے لیکن اگر اس کے ساتھ یہ تمام نیتیں کرلی جائیں تو ان پر بھی الگ الگ ثواب ملے گا اسی طرح ہر عمل میں شریعت اسلامیہ کے مزاج کے مطابق مختلف نیتیں ہو سکتی ہیں جن پر بے شمار ثواب کا ثمرہ مرتب ہو سکتا ہے جو ہر مسلمان کی اشد

ضرورت ہے۔ اگر کوئی عمل محض لذت جسمانی اور نفسانی خواہشات کے لئے کرتا ہے تو ثواب کی دولت سے تو محروم رہے گا ہی بلکہ مستحق ملامت وعتاب ہوگا جو بتدریج جرم کی طرف رغبت کا سبب بنے گا اس سے معلوم ہوا کہ عمل پر ثواب ملنا نیت کے درست ہونے پر ہے جیسی نیت ہوگی ویسا ہی اس کا ثمرہ مرتب ہوگا۔ بغیر نیت کے اعمال کا اعتبار نہ ہوگا نیت کے مسائل میں شریعت اسلامیہ میں جن اعمال سے پہلے نیت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے ایسے اعمال جو شریعت میں مطلوب ومقصود ہیں جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اس قسم کے اعمال بغیر نیت کے معتبر نہیں ہوں گے اور نہ خدا کے نزدیک قابل قبول ہوں گے۔ مثلاً کوئی شخص نماز بغیر نیت کے پڑھتا ہے تو اس کی نماز نہ درست ہوگی اور نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگی اسی طرح بغیر نیت کے زکوٰۃ ادا ہوگی نہ روزہ قبول ہوگا اور نہ حج کا ثواب ملے گا اس سے معلوم ہوا کہ نیت کی ضرورت اور احتیاج اعمال کا مقصود ہے کیونکہ بغیر نیت کے اعمال کی کوئی حقیقت نہیں البتہ بعض اعمال جن کا کرنا مقصد نہ ہو بلکہ ان کا کرنا کسی خارجی حکم کی بنیاد پر ہو مگر ضروری ہو جیسے غسل اور وضو جو فی نفسہ مقصود نہیں ہوتے بلکہ غسل کی ضرورت طہارت کے لئے لازم ہے اور وضو نماز کے لئے لازم ہے۔ فقہا کے نزدیک غسل اور وضو میں نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ غسل اور وضو بغیر نیت کے ہوگا تو قابل اعتبار نہیں ہوگا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک غسل اور وضو بغیر نیت کے بھی درست ہوں گے کیونکہ ان کے نزدیک نیت فرض نہیں ہے بلکہ سنت اور مستحب ہے لہٰذا اگر وضو یا غسل بغیر نیت کے کیا گیا تو ادا ہو جائے گا۔

شریعتِ اسلامیہ میں نیت سے مراد اللہ کی قربت کا ارادہ کرنا ہے یعنی جو کام کرے صرف اللہ کے لئے کرے اور اس کے حکم کو پورا کرنے اور اللہ کی رضا کو طلب کے لئے کرے۔ نیت کے معنی دل سے قصد کرنے کے ہیں نیت دل سے کی جاتی ہے زبان سے کہنا شرط نہیں عبادات میں اگر محض زبان سے کہا اور دل میں نیت نہیں کی تو عبادت درست نہ ہوگی صرف زبان سے کہنے کا اعتبار نہیں ہوگا نیت کا اثر عبادات میں مرتب ہوتا ہے۔ حرام کام میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا اور نہ اس کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔

نیت کے لئے کئی چیزیں شرط ہیں، اسلام میں مسلمانوں کی عبادت مقبول ہوتی ہے کافروں کی عبادت نہ تو صحیح ہوتی ہے اور نہ مقبول ہوتی ہے دوسری بات عقل اتنی رکھتا ہو کہ عبادت اور غیر عبادت میں فرق سمجھتا ہو اسی لئے دیوانے اور تمیز نہ کرنے والے لڑکے کی عبادت معتبر نہیں ہوتی۔ علم یعنی جس چیز کو کر رہا ہے اس کی حقیقت اور اہمیت جانتا ہو ایک ایسا شخص جو نماز کی اہمیت اور اُس کی فرضیت سے لاعلم ہو اگرچہ نیت کرتا ہے لیکن اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور چوتھی چیز یہ کہ نیت کے خلاف کوئی چیز نہ کرے مثلاً کوئی اسلام لائے اور عبادت کرنے کے بعد مرتد ہو جائے اس کا سب عمل اور عبادت ضائع ہو جائے گی اور اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح کسی نے نماز شروع کی یا روزہ رکھا لیکن درمیان میں توڑ ڈالا تو نماز اور روزہ دونوں باطل ہو جائیں گے کیونکہ عبادت کا درمیان سے بغیر مکمل کئے ہوئے ختم کر دینا نیت کے منافی ہے۔

فرض نماز میں نیت چار چیزوں کی ہوتی ہے ایک نماز پڑھنے کی دوسری فرض نماز پڑھنے کی تیسری تعین وقت کی چوتھی مقتدی ہو تو اقتدا کی ان چاروں چیزوں کو نماز شروع کرنے کے وقت دل میں رکھے اور نیت کرے اگر ان چاروں میں سے کسی ایک کا بھی دھیان دل میں نہ رہا تو نماز نہیں ہوگی۔

عبادات واجب میں نیت کا حکم فرض کی طرح ہے واجب کا متعین کرنا ضروری ہے جیسے فرض کا تعین کیا جاتا ہے بعض عبادات ایسی ہیں کہ ان میں صرف دل سے نیت کرنا کافی نہیں ہوتا جب تک کہ زبان سے نہ کہے مثلاً نذر ہے کہ اگر ایک شخص نذر کی نماز پڑھتا ہے یا روزہ رکھتا ہے اور نیت صرف دل سے کرتا ہے تو اس طرح نذر ادا نہیں ہوگی جب تک زبان سے نہ کہے کہ اتنی نمازیں نذر کی میرے ذمہ ہیں اور اتنے روزے نذر کے مجھے رکھنے ہیں۔

عبادات کے علاوہ بعض چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں دل سے نیت کرنے کا سرے سے اعتبار ہی نہیں ہوتا بلکہ ان میں زبان سے کہنا ہی ضروری ہے اور کافی ہوتا ہے مثلاً طلاق، ایک شخص اگر اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے لیکن زبان سے نہیں کہتا صرف دل میں نیت کر لیتا ہے مگر زبان سے نہیں کہتا اس طرح طلاق واقع نہیں ہوگی اس طرح یہاں صرف زبان سے کہنے کا اعتبار کیا جائے گا اور محض زبان سے کہنا کافی ضروری ہوگا۔

ایک شخص انگور کے رس کی تجارت کرتا ہے جس سے شراب بنائی جاتی ہے اگر اس کی نیت محض تجارت کی ہے اور اس کا مقصد اس تجارت سے یہ نہیں ہے کہ اس سے شراب بنائی جائے گی تو یہ تجارت صحیح ہوگی اور اگر اس کی تجارت ہی یہ ہے کہ اس سے شراب بنائی جائے تو یہ تجارت حرام ہوگی اسی طرح اگر ایک شخص انگور کا درخت لگاتا ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ لوگ انگور کھائیں گے یا انگور کی تجارت کروں گا تو یہ صحیح ہے اور اگر وہ انگور کا درخت اس نیت سے لگاتا ہے کہ اس سے شراب بنائی جائے گی تو یہ حرام ہوگا

ایک شخص کسی مسلمان سے کسی ناراضگی یا لڑائی کی بناء پر ملاقات نہ کرے تو یہ اس کے حق میں حرام ہے ہاں اگر اس کا ملاقات نہ کرنا اس بناء پر تھا اگر بہت عرصے تک بھی ملاقات نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ سجدہ تلاوت میں تعین کرنا کہ فلاں تلاوت کا سجدہ ہے ضروری نہیں ہے۔

ایک شخص کو کوئی چیز راستے میں پڑی ہوئی ملی اگر وہ شخص اس چیز کو اس نیت سے اُٹھاتا ہے کہ اس کے مالک کو ڈھونڈ کر یہ چیز اُس کے حوالے کر دوں گا تو یہ جائز ہے اور اگر اس نیت سے اُٹھاتا ہے کہ اس کے مالک کو نہیں دوں گا بلکہ اپنے پاس رکھوں گا تو یہ ناجائز ہے اور یہ شخص وہ چیز اُٹھا کر غاصب اور گنہگار ہوگا۔

اگر کتاب کو حفاظت کی نیت سے تکیہ بنالیتا ہے تو یہ مکروہ نہیں ہے اور اگر حفاظت کی نیت نہیں ہے تو یہ مکروہ ہے **کوئی شخص مسجد میں** محض آرام کیلئے بیٹھا ہے تو اس پر کوئی ثواب نہیں اور اگر نماز کے انتظار کی نیت یا اعتکاف کی نیت سے بیٹھا ہے تو اس **پر ثواب کا مستحق ہوگا۔**

کوئی شخص کھانا چھوڑ دے گا اس کا یہ کھانا چھوڑنا اگر پرہیز اور دوا کی وجہ سے ہے یا یہ کہ اس کو خواہش اور بھوک نہیں ہے اس لئے کھانا چھوڑے ہوئے ہے تو ان صورتوں میں مستحق ثواب نہیں ہوگا ہاں اگر وہ بارادہ روزہ کھانا ترک کئے ہوئے ہے تو اس پر ثواب ملے گا۔

کسی مصیبت اور گناہ کا محض قلب میں خیال آنے کے پانچ درجے ہیں:

اوّل ہاجس: یعنی دل میں کسی گناہ کے خیال کا اضطراراً آجانا۔

دوئم خاطر: یعنی دل میں کسی گناہ کا خیال (قصداً) لانا۔

سوئم حدیث نفس: یعنی کسی گناہ کے بارے میں تردد ہونا کہ آیا یہ گناہ کیا جائے یا نہیں۔

چہارم ہم: یعنی اس تردد میں کسی ایک جانب کو ترجیح دینا۔

پنجم عزم: یعنی قصداً گناہ کو تقویت دینا۔

تو شریعت میں ہاجس، خاطر، حدیث نفس ان تینوں پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور نہ ان پر کوئی عذاب ملے گا ہاجس پر تو مواخذہ اس لئے نہیں ہوتا کہ دل میں خیال کا آنا یا قلب میں وسوسہ کا پیدا ہونا کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ اس معاملے میں انسان مجبور ہے لہٰذا اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔ خاطر اور حدیث نفس پر مواخذہ نہ ہونا اُمت محمدیہ کے خصائص میں سے ہے یعنی اس اُمت پر جہاں خدا تعالیٰ کے اور بہت سے فضل و کرم ہیں وہیں یہ بھی بڑا فضل ہے کہ اس اُمت سے ان دونوں پر مواخذہ کو ختم کر دیا گیا ہے۔ ہم، میں فرق ہوگا یعنی اگر جانب خیر کو ترجیح دے رہا ہے تو اس پر ایک نیکی لکھی جائے گی اگر برائی کو ترجیح دے رہا ہے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا یہ بھی اس اُمت پر اللہ کا احسان ہے۔ البتہ عزم کے بارے میں علماء کا قول ہے کہ اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سورۃ المومنون۔۴۵،۴۶ ۲۔ سورۃ الزمر۔۱۴،۱۵

۳۔ صحیح مسلم، جلد ششم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۱۶

۴۔ سورۃ المومنون۔۲

۵۔ صحیح مسلم، جلد ششم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۴۱۵

۶۔ سنن ابوداؤد، جلد سوئم، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۰ء، صفحہ:۲۸۱

۷۔ سنن ابوداؤد، جلد سوئم، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۰ء، صفحہ:۲۱۰

۸۔ صحیح مسلم، جلد ششم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۱۰۲

۹۔ صحیح مسلم، جلد ششم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۴۱۵

۱۰۔ سورۃ القیمہ۔۱۶-۱۹ ۱۱۔ سورۃ الرحمٰن۔۱-۴

۱۲۔ سورۃ الرحمٰن۔۶۰،۶۱ ۱۳۔ سورۃ الحدید۔۱،۲،۳

۱۴۔ صحیح مسلم، جلد چہارم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۳۴۸

۱۵۔ صحیح مسلم، جلد چہارم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۲۰۶

۱۶۔ صحیح مسلم، جلد ششم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۵۲

۱۷۔ صحیح مسلم، جلد چہارم، نعمانی کتب خانہ اُردو بازار لاہور، ۱۹۸۱ء، صفحہ:۵۰۰

۱۸۔ تجرید بخاری، جلد اوّل، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۳ء، صفحہ:۵۰۰

۱۹۔ تجرید بخاری، جلد اوّل، دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۳ء، صفحہ:۱۰۰